خاندان نبوت کے متعلق مستشرقین کے اشکالات کا علمی محاسبہ
(ضیاءالنبی ﷺ از پیر محمد کرم شاہ رحمہ اللہ کا خصوصی مطالعہ)

"ORIENTALISTS' ACCOUNTS ABOUT FAMILY OF PROPHET"
(A CRITICAL ANALYSIS IN THE LIGHT OF ZIA UN NABI BY PIR M. KARAMSHAH)

ڈاکٹر حافظ جاوید احمد*

Abstract:
Since the beginning of Islam, the Jews and Christians have been plotting against the Quran and Sunnah. They have been preventing people from being nourished by this fountain of purity. They have been showering slander on his bright and virtuous character. Their aim was to turn people away from the religion of Islam. In the modern eta, oriantalists and enimies of Islam have started making fabricated objections and false accusations against the noble character of the benefactor of humanity, Hazrat Muhammad Mustafa (PBUH), his family, and his relitives. Sometimes they seek to diminish the glory of his ancestors, prophet Ibrahim and and Ismail (PBUH), sometimes they doubt his Arab descent, and sometimes they deny the leadership, greatness, and majesty, the Quraysh and Banu Hashim. Sometimes they attribute oppression, terrorism, lust for wealth and power, poverty and bankruptcy to the Prophet (PBUH), and sometimes they attribute poverty and hardship to the wealthy companions of the Prophet (PBUH), and the attribute wealth, and leadership to the poor infidels and polytheists. This article will mention the doubts and objections raised by Oriantalists against the personality, family, close relatives, and companions of the Prophet (PBUH), and then they will be examined in a research and critical manner, God willing.
Key Words: Family of the Prophet, Orientalists, Zia un Nabi, Pir Karam Shah, Banu Hashim, Family of Ibrahim and Ismail

تمہید

یہود و نصاری شروع اسلام سے قرآن اور صاحب قرآن کے خلاف اپنی سازشوں کے جال بنتے رہے ہیں۔ وہ لوگوں کو اس چشمہ صافی سے سیراب ہونے سے روکتے رہے ہیں۔ وہ آپ کی روشن سیرت طیبہ پر طعن و تشنیع کی بارش کرتے رہے ہیں۔ ان کا مقصد لوگوں کو دین اسلام سے دور کرنا تھا۔

عصر حاضر میں مستشرقین اور دشمنان اسلام نے محسن انسانیت حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ، آپ کے خاندان اور عزیز و اقارب کے خلاف من گھڑت اعتراضات اور جھوٹے الزامات لگانے شروع کر دیئے ہیں۔ کبھی

*لیکچرار، یونیورسٹی آف سنٹرل پنجاب لاہور، راولپنڈی کیمپس

وہ آپ علیہ السلام کے آباواجداد حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی شان میں تنقیص کا پہلو تلاش کرتے ہیں، کبھی ان کے عربی النسل ہونے میں شک کرتے ہیں، کبھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان قریش اور بنو ہاشم کی سرداری اور بزرگی وعظمت کا انکار کرتے ہیں۔ کبھی حضور علیہ السلام کی ذات کی طرف ظلم وستم، دہشت گردی، مال ودولت واقتدار کی ہوس اور غربت وافلاس منسوب کرتے ہیں اور کبھی نبی کریمؐ کے مال دار صحابہ کرام کی طرف غربت وتنگدستی کی نسبت کرتے ہیں اور غریب کفار ومشرکین کی طرف مال ودولت اور سرداری منسوب کرتے ہیں۔اس مضمون میں مستشرقین کی طرف سے ہادی اسلام کی ذات، خاندان، عزیزواقارب اور صحابہ کرام کے خلاف اشکالات اور اعتراضات ذکر کئے جائیں گے، پھر ان کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لیا جائے گا،ان شاءاللہ۔

استشراق کی معروف تعریف کے مطابق غیر مشرقی لوگوں کا مشرقی ثقافت کے مختلف پہلوؤں کے مطالعہ میں مشغول ہونے کا نام استشراق ہے۔[1] لہذا ایسے غیر مشرقی بالخصوص مغربی محققین مشرقی علوم سے متعلق اپنی نگارشات پیش کرتے ہیں انہیں مستشرق کہا جاتا ہے۔[2] عربی مصادر میں بھی مستشرق کی یہی تعریف کی گئی ہے۔[3]

ان تعریفات میں سے کوئی تعریف بھی صدیوں سے موجود استشراق کی سرگرم تحریک کے اغراض ومقاصد کو بیان نہیں کرتی۔ معروف ماہر استشراق ڈاکٹر احمد عبدالحمید غراب نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے استشراق کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے اسے مغرب کی نسلی وثقافتی برتری کا عمل قرار دیا ہے۔[4] ڈاکٹر محمد ابراہیم الفیومی نے لفظ "مشرق" کی تشریح کرتے ہوئے اسے جغرافیائی کے مقابل ایک نظریاتی یا فکری اصطلاح قرار دیا ہے۔[5]

مستشرقین کی عملی جدوجہد جن پوشیدہ مقاصد کو ظاہر کرتی ہے، انہیں اور مستشرقین کے بے شمار علمی کارناموں اور ان کے مختلف طبقات کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت ضیاءالامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ نے مستشرقین میں تمام اقوام مغرب کو شامل کیا ہے جبکہ اس تحریک کے مقاصد کے ذیل میں اہل اسلام پر ذہنی تسلط، سیاسی غلبہ اور معاشی استحصال کو اہم قرار دیا ہے۔[6]

ضیاءالنبی کا تعارف

ضیاءالنبی پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ کی سیرت نبوی پر لکھی ہوئی اردو زبان میں اہم علمی تصنیف ہے جس میں قدیم وجدید سیرت کے تمام ماخذوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ صاحب کتاب کا انداز بیاں سادہ، منطقی اور مدلل ہے۔ کتاب میں مغربی مفکرین کی کتب سے بھی اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے حوالے درج کیے گئے ہیں۔ گویا یہ کتاب عربی، انگریزی اور اردو تینوں زبانوں میں گہری تحقیق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس کتاب میں ظہور اسلام سے قبل کے عرب کے جغرافیائی، سیاسی معاشی اور قبائلی طرز زندگی کا مفصل تذکرہ موجود ہے۔ اسی کے ذیل نبیؐ کے اسلاف کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ جلد دوم میں پیغمبر اسلام کے شخصی احوال کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے نیز ابتدائے اسلام تا ہجرت مدینہ کے احوال پر بھی مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔

جلد سوم بعد از ہجرت کے واقعات سے بحث پر مشتمل ہے اور پانچ ہجری تک کے تمام واقعات کا مصنف نے تفصیل سے ذکر کر دیا ہے بطور خاص نئے حالات میں رسول اکرمؐ کی حکمت عملی پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ جلد چہارم کا آغاز غزوہ خندق کے تذکرے سے ہوتا ہے جو حجۃ الوداع سے ہوتا ہوا آپؐ کے وصال اور تدفین کے مراحل پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ جلد پنجم حضورِ اکرمؐ کے فضائل و کمالات پر مشتمل ہے جس میں مصنف نے پیغمبر اسلام کی طرف سے تعلیم کردہ آداب معاشرت کے علاوہ آپ کے معجزات کو بھی شامل کیا ہے۔ جلد ششم سیرت کے تاریخی تناظر میں مسلم مسیحی تعلقات، مسلم یہودی تعلقات اور عصر حاضر کی استشراقی تحقیقات کے جائزے پر مشتمل ہے۔ مصنف نے استشراقی تحقیقات کی تاریخ بیان کر کے ان کے مقاصد کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ مستشرقین کے قرآن کی جمع وتدوین سے متعلق اعتراضات کو موضوع بحث بنا کر ان کا علمی رد کیا گیا ہے۔ جلد ہفتم کا بنیادی موضوع بھی استشراقی تحقیقات ہیں جن میں حفاظت حدیث نیز پیغمبر اسلام اور آپ کے خاندان کی تاریخی و سماجی حیثیت اہم ہیں۔ مصنف نے اپنے رد میں نہ صرف اسلامی مصادر سے رجوع کیا ہے بلکہ مغربی و مسیحی مصادر کی روشنی میں مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات دیے ہیں۔

حضور علیہ السلام کو خاندانی وجاہت سے محروم ثابت کرنے کی کوششیں

مستشرقین نے نبیؐ کی خاندانی وجاہت اور شان وشوکت کم کرنے کے لئے مختلف مفروضے قائم کئے ہیں، جن میں سے تین کا ذکر کیا جاتا ہے:

پہلا مفروضہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا حضرت اسماعیل علیہ السلام سے تعلق، آپ علیہ السلام کے متبعین کی خوش اعتقادی کی ایجاد ہے۔

دوسرا مفروضہ یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہونا، حضور علیہ السلام کے لئے کوئی فخر کی بات نہیں، کیونکہ وہ ایک لونڈی کی اولاد میں سے تھے۔

تیسرا مفروضہ یہ ہے کہ خاندان بنوہاشم کی مکہ کے دیگر قبائل میں معمولی حیثیت تھی۔ دیگر قبائل معاشی اور سیاسی طور پر زیادہ مضبوط تھے۔ ان کے مقابلہ میں خاندان بنوہاشم کی کوئی حیثیت نہ تھی۔

مصنف نے "ضیاء النبی" میں ان مفروضوں کا ایک ایک کر کے بہترین رد فرمایا ہے، تاکہ کوئی سادہ لوح مسلمان راہ حق سے بہک نہ جائے۔

پہلا مفروضہ: حضور علیہ السلام کا حضرت اسماعیل علیہ السلام سے تعلق

اہل عرب کے اندر کئی قسم کی خامیاں موجود تھیں لیکن اس کے باوجود کچھ بے مثال خوبیاں بھی تھیں، جیسے جراءت وبہادری اور قوت حافظہ وغیرہ۔ خاندانی وقار کے تحفظ کے لئے وہ ایک دوسرے سے برسرپیکار رہتے تھے اور دونوں طرف سے بہادر جنگجو اپنی بہادری کے جوہر دکھاتے تھے۔

ان حالات میں یہ کسی کے لئے ممکن نہیں تھا کہ وہ کسی روایت کو توڑ مروڑ کر بیان کرے، کیونکہ یہ روایات ان کے دشمنوں کو بھی از بر ہوتی تھیں۔اہل عرب مختلف برائیوں میں مبتلا ہونے کے باوجود جھوٹ بولنے سے نفرت کرتے تھے،یہی وجہ ہے کہ ابوسفیان ہرقل کے دربار میں حضور علیہ السلام کے بارے میں جھوٹ بولنے کی خواہش کے باوجود ایسا نہ کر سکا۔

عرب کی یہ روایات جو کسی بھی تاریخی روایت سے زیادہ معتبر قرار دی جاسکتی ہیں۔ان روایات کے مطابق حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے مل کر خانہ کعبہ تعمیر فرمایا تھا۔ عربوں کی ایک خاص قسم جو "عرب مستعربہ" کہلاتی تھی، وہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی نسل سے تھی۔قریش اس عربی نسل کا ایک معزز قبیلہ تھا، جس کی ایک معزز شاخ بنو ہاشم تھی۔

تمام اہل عرب قبیلہ قریش کا ادب واحترام کرتے تھے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ خانہ کعبہ کے متولی اور خادم تھے۔جس دور میں کوئی قبیلہ ڈاکوؤں کی دست برد سے محفوظ نہ تھا،اس دور میں قبیلہ قریش کے تجارتی قافلے شام اور یمن کا سفر بلاخوف وخطر کرتے تھے۔کسی شخص کو قریش کے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہونے میں شک نہ تھا۔عین اس وقت بعض مستشرقین کے تخیل نے پرواز کی اور یہ انکشاف کردیا گیا کہ معاذاللہ رسول خدا نے اپنی خواہش کی تکمیل کے لیے ابراہیمی نسب کے ابتدائی سلسلے گھڑے۔[7]اس پہلو سے سب سے نمایاں نام ولیم میور کا ہے۔اس نے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ قبیلہ قریش کا نسل ابراہیم اور نسل اسماعیل سے ہونا مشہور نہیں تھا۔ حضور علیہ السلام کے دل میں خاندانی وجاہت وعظمت کی خواہش پیدا ہوئی تو آپ نے اپنے حسب ونسب کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی۔ایک دوسرے مستشرق منٹگمری واٹ نے اس خیال کو آگے بڑھایا اور اس ضمن میں قرآن مجید کی نزولی تاریخ کو بنیاد بناتا ہے۔

"قرآن پاک میں یہودیوں کے خلاف جو باتیں ہیں،ان میں دین ابراہیم کے تصور کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔یہ ایک ایسا تصور ہے جو مکی قرآن میں نظر نہیں آتا۔اس لئے یہ بات فرض کی جاسکتی ہے کہ یہ تصور عربوں کی قبل از اسلام روایات پر مبنی نہیں ہے۔۔۔اسی طرح ابراہیم واسماعیل (علیہما السلام) کے کعبہ کے ساتھ تعلق کا بھی کوئی ذکر نہیں۔خیال یہ ہے کہ شروع میں مسلمان نہیں جانتے تھے کہ اسماعیل کا ابراہیم کے ساتھ کیا تعلق ہے اور وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ اسماعیل کا اہل عرب کے ساتھ تعلق کیا ہے۔مدینہ میں یہود کے ساتھ رابطے کی وجہ سے انہیں ان چیزوں کا علم ہوا"[8]

منٹگمری واٹ نے اس طویل عبارت میں حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔وہ سب سے پہلے یہ تاثر دیتا ہے کہ عربوں کے ہاں شروع میں دین ابراہیمی کا کوئی تصور نہیں تھا۔اس لئے اسلامی ادب میں جو دین ابراہیمی کا تصور ملتا ہے،وہ عربوں کی روایات پر مبنی نہیں ہے۔پھر منٹگمری یہ تاثر دیتا ہے کہ ابتدا میں مسلمان حضرت موسیٰؑ کو ابراہیمؑ سے زیادہ اہمیت دیتے تھے۔یہ مستشرق اس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتا ہے کہ مسلمانوں کو حضرت ابراہیمؑ سے اپنے نسبی رشتے کا علم نہیں تھا اور نہ وہ فطری طور پر حضرت ابراہیم علیہ

السلام کو زیادہ اہمیت دیتے۔ منٹگمری یہ کہہ کر کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عربوں کی طرف مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ اس سے یہ ثابت کر رہا ہے کہ ان کا عربوں سے تعلق نہیں تھا، ورنہ ان کی امت دعوت عرب قوم ہوتی۔ پھر واٹ یہ تاثر دے رہا ہے کہ تعمیر کعبہ کا حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کے ہاتھوں مکمل ہونا، اہل عرب کے علم میں نہیں تھا۔ کیونکہ مکی قرآن میں اس کا ذکر نہیں کیا گیا، پھر منٹگمری یہ تاثر دیتا ہے کہ مسلمانوں اور عربوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور عربوں کے ساتھ کیا تعلق ہے۔

ولیم میور اور منٹگمری واٹ کے یہ مذکورہ مفروضے غلط ہیں۔ حقیقت میں اہل عرب اپنے آپ کو اولاد ابراہیم واسماعیل علیہما السلام سمجھتے تھے۔ انہیں اس پر فخر تھا اور وہ جانتے تھے کہ بیت اللہ شریف کو انہیں ہستیوں نے تعمیر کیا ہے۔ اہل عرب اپنے خیال میں دین ابراہیمی پر کاربند تھے۔

اب ہم حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے بارے میں عرب روایات بیان کرتے ہیں:

عرب روایات اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام

عربی روایات میں حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کا ذکر نہ ہونے کا دعوی وہی شخص کر سکتا ہے، جو یا تو عربوں کی تاریخ سے مکمل طور پر ناآشنا ہو، یا پھر حسد، بغض اور تعصب کی وجہ سے دن کو رات کہنے پر مصر ہو۔ عرب اپنی مذہبی زندگی کا مرکز حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سمجھتے تھے۔ خانہ کعبہ کا احترام وہ اسی لئے کرتے تھے کہ یہ ان کے آباؤ اجداد کا تعمیر کردہ خدا کا گھر ہے۔ حج کی عبادت وہ اس لئے کرتے تھے کہ اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے متعارف کرایا تھا۔ مناسک حج وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی میں کرتے تھے۔ وہ اپنے مردوں کو غسل دیتے، کفن دفن کرتے اور سمجھتے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کر رہے ہیں۔ حرمت والے مہینوں کی تعظیم اور سرزمین حرم کا احترام بھی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی میں کرتے تھے۔ غالبا یہی وہ چیزیں تھیں جن پر جزیرہ عرب کے اکثر لوگ عمل پیرا تھے۔

اہل عرب کی تمام دینی اور مذہبی رسومات دین ابراہیم کے نام پر تھیں۔ یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے اس خالص دین توحید کو شرک میں بدل لیا تھا۔ مختصر یہ کہ ان کے ہاں دین ابراہیمی کا نام تو تھا لیکن اس دین کی روح ختم ہو چکی تھی، لیکن اس کے باوجود جب عرب میں بت پرستی عروج پر تھی، تو اس وقت بھی عرب میں چند ایسے لوگ تھے، جو بت پرستی کے خلاف تھے۔ وہ اصل دین ابراہیمی کی تلاش میں تھے۔ انہوں نے دین ابراہیمی کو یہودیت و نصرانیت میں تلاش کیا، لیکن انہوں نے اس دین کو یہاں نہیں پایا۔ وہ اہل عرب کو برائیوں سے روکتے تھے۔ ان خوش نصیب لوگوں میں قس بن ساعدہ، زید بن عمرو بن نفیل، امیہ بن ابی صلت، اسعد ابو کرب الحمیری، سیف بن ذی یزن اور ورقہ بن نوفل کا شمار ہوتا ہے۔ تاریخ میں یہ لوگ حنفاء کے نام سے مشہور ہیں۔ حنفاء حنیف کی جمع ہے اور حنیف حضرت ابراہیمؑ کے پیروکاروں کا لقب ہے۔ وہ لوگ دین ابراہیمی سے تعلق کی وجہ سے حنفاء کہلاتے تھے۔

یہ تمام چیزیں اہل عرب کی روایتوں میں موجود ہیں۔ ولیم میور اور منٹگمری واٹ کو ان تمام حقائق کا علم ہے لیکن وہ ان حقائق کو تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عظمتوں سے محروم دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو یہود و نصاری کے بھی جد امجد ہیں، ان کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی نسبت اور تعلق یہود و نصاری کو گوارا نہیں۔ اس لئے وہ جھوٹ اور فریب کا سہارا لے کر تاریخی حقائق کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں، لیکن ان کے چاہنے سے حقیقت بدلی نہیں جا سکتی۔

عربوں میں پیغمبر کا نہ آنا

قرآن پاک کی بعض آیات میں اللہ تعالی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے کہ ہم نے آپ کو اس قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا، جن کی طرف پہلے ڈرانے والا نہیں آیا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (تاکہ آپ ڈرا سکیں اس قوم کو جن کے باپ دادا کو (طویل عرصہ سے) نہیں ڈرایا گیا، اس لئے وہ غافل ہیں۔)[9]

اس طرح کی آیات سے منٹگمری نے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام عرب کی طرف رسول بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے، کیونکہ قرآن میں ہے کہ حضرت محمد اس قوم کی طرف مبعوث ہوئے ہیں، جس کی طرف آپ سے پہلے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ منٹگمری واٹ اہل عرب کے ساتھ حضرت ابراہیم و اسماعیلؑ کا تعلق مشکوک کرنے کے لئے اس طرح کی بات کر رہا ہے، ورنہ اسے یہ بخوبی معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم عرب کی طرف مبعوث نہیں ہوئے، بلکہ وہ بابل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے اور آپ نے اہل بابل کو بت پرستی سے منع فرمایا۔ اس پاداش میں آپ کو نار نمرود میں ڈالا گیا، لیکن آگ حکم خداوندی سے آپ پر گلزار بن گئی، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بابل سے ہجرت فرمائی اور اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور ننھے اسماعیل علیہما السلام کو اس لق و دق صحرا میں چھوڑ آئے جہاں اب خانہ کعبہ موجود ہے، پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پشت سے جو نسل چلی، اسے تاریخ میں عرب مستعربہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا عربوں سے یہ تعلق نہیں تھا کہ وہ ان کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے، بلکہ ابراہیم کے صاحبزادے اسماعیل علیہ السلام کو اہل عرب کی طرف مبعوث کیا گیا تھا۔ اس طرح عربوں کا حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ دینی اور نسبی تعلق تھا۔ اسماعیل کے علاوہ اہل عرب کی طرف ہود، صالح اور شعیب علیہم السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا تھا لیکن ان انبیاء کا زمانہ حضرت موسیٰؑ کی طرف تورات کے نزول سے پہلے کا ہے۔

اس طویل عرصہ میں عرب کی طرف کوئی رسول مبعوث نہیں ہوا، اس لئے قرآن پاک میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا کہ آپ کو اس قوم کی طرف بھیجا گیا ہے، جس کی طرف کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ قرآن کی آیات کا یہ معنی کرنا کہ

حضور علیہ السلام سے پہلے عربوں کی طرف مطلقاً کوئی رسول نہیں بھیجا گیا، یہ جہالت بھی ہے اور تاریخی حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش بھی۔

منٹگمری واٹ نے یہ بات بھی کی ہے کہ مکی دور میں مسلمانوں کو ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے ساتھ اپنے تعلق کا علم نہیں تھا، پھر یہود کے ساتھ رابطے سے مسلمانوں کو یہ تعلق معلوم ہوا۔ اس طرح یہودیوں کو عالم اور عربوں کو اپنی تاریخ سے ناواقف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کو ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے بارے میں یہودیوں نے جو باتیں بتائی تھیں، ان میں اکثر کو مسلمانوں نے مسترد کر دیا تھا۔ یہودیوں نے تو مسلمانوں کو یہ بتایا تھا کہ ہاجرہ لونڈی تھیں اور اسماعیل لونڈی کے بیٹے تھے، لیکن مسلمان ہاجرہ کو شاہ مصر کی شہزادی اور اسماعیل کو حضرت ابراہیم کا لاڈلا فرزند سمجھتے تھے۔ یہودیوں نے تو انہیں یہ بتایا تھا کہ حضرت ابراہیم نے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور بیٹے حضرت اسماعیل کو گھر سے نکال دیا تھا، لیکن مسلمان یہ سمجھتے تھے کہ حضرت ابراہیم نے اپنی زوجہ اور بیٹے کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر اس لق ودق صحرا میں چھوڑا تھا، جہاں اب خانہ کعبہ موجود ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے بارے میں جو معلومات تھیں، ان کا مصدر یا تو عرب کی روایات تھیں یا رسول صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات تھے۔ مسلمانوں کو آفتاب نبوت طلوع ہونے سے پہلے بھی اپنی قومی روایات سے یہ معلوم تھا کہ وہ ابراہیمؑ کے فرزند حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ حضرت ابراہیم کا دین سچا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی ایسی بات نہیں تھی جو مسلمانوں کو ہجرت سے پہلے معلوم نہ ہو۔ یہ تمام باتیں عرب معاشرے میں مشہور تھیں۔ ان میں سے کوئی بھی ایسی بات نہ تھی جو حضورؐ کے نسب نامے کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کے لئے گھڑی گئی ہو۔ ولیم میور اور منٹگمری واٹ نے عربوں کے حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے ساتھ رشتے کو مشکوک ثابت کرنے کی جو کوششیں کی تھیں، کئی دوسرے مستشرقین نے ان کا رد کیا ہے۔

عربوں کے نسل اسماعیل سے ہونے پر مستشرقین کی شہادت

انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس (Encyclopedia of religion and ethics) کا مقالہ نگار "Chronicle of Seabees" کے حوالہ سے لکھتا ہے:

> "He was an Ishmaelite, who taught his countrymen to return to the religion of Abraham and claim the promises made to the descendants of Ishmael"(10)
>
> (وہ ایک اسماعیلی تھے، جنہوں نے اپنے ہم وطنوں کو یہ تعلیم دی کہ وہ دین ابراہیمی کی طرف رجوع کریں اور ان خدائی وعدوں سے مستفید ہوں جو اسماعیل کی نسل سے کئے گئے ہیں۔)

گبن (Gibbon) ایک ایسا مورخ ہے جس کی سارا مغرب عزت کرتا ہے۔ وہ دوسرے مستشرقین کی طرح اسلام کا سخت مخالف ہے، لیکن حضور علیہ السلام کے سلسلہ نسب کو مشکوک بنانے کی کوشش جو دوسرے مستشرقین نے کی ہے، وہ اس پر تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"The base and plebeian origin of Muhammad is an unskillful calumny of the Christians who exalt instead of degrading the merit of their adversary"(11)

(محمدؐ کی اصل کو حقیر اور عامیانہ ثابت کرنے کی کوشش عیسائیوں کی ایک غیر داشمندانہ تہمت ہے، جس سے ان کے مخالف کا مقام بجائے گھٹنے کے مزید بڑھا ہے۔)

گبن کے اس جملے سے مستشرقین کی ذہنیت واضح ہوتی ہے۔ گبن ایک غیر جانبدار مورخ ہونے کا دعوی کرتا ہے، لیکن اس کی غیر جانبداری دیکھئے کہ عیسائیوں کو حضورؐ کا نسب نامہ مشکوک بنانے پر کوس رہا ہے، لیکن اس لئے نہیں کہ انہوں نے تاریخی حقائق کو مسخ کیا ہے، بلکہ اس لئے کہ ان کے اس طرز عمل سے حضور علیہ السلام کی شان گھٹنے کی بجائے اور زیادہ بڑھی ہے۔

گبن اگرچہ کتاب کے اس نسخہ کے مطابق خود واضح انداز میں نبی پاک علیہ السلام کے نسل اسماعیل سے ہونے کا اقرار نہیں کر رہا، لیکن وہ اپنی کتاب کے فٹ نوٹ میں لکھتا ہے:

"Theophanous the most ancient of the Greeks.....confesses that Muhammad was of the race of Ismael"(12)

(تھیوفینز: جو پرانے زمانے کے یونانیوں میں سے ہے، وہ تسلیم کرتا ہے کہ محمدؐ نسل اسماعیل میں سے تھے۔)

گبن نے اپنی کتاب کے فٹ نوٹ پر یہ بھی لکھا ہے کہ ابوالفداء اور گیگنئر (Gagnier) نے اپنی کتابوں میں محمدؐ کا وہ نسب نامہ درج کیا ہے، جو مستند ہے۔ یاد رہے یہ وہی نسب نامہ ہے جو حضور علیہ السلام کو نسل اسماعیل سے ثابت کرتا ہے۔

مذکورہ بالا حقائق سے واضح ہوا کہ ولیم میور اور منٹگمری واٹ نے حضور علیہ السلام کے اسماعیلی نسل سے ہونے کو مشکوک بنانے کی جو کوشش کی تھی، وہ نہ صرف عربی روایات کے خلاف ہے، بلکہ دیگر مورخین اور مستشرقین کی تحقیقات کے بھی خلاف ہے۔ مستشرقین ہزار کوشش کے باوجود بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کو نہیں جھٹلا سکتے، جسے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے اولاد ابراہیم سے اسماعیل کو چنا اور اولاد اسماعیل سے بنو کنانہ کو چنا اور بنو کنانہ سے قریش کو چنا اور قریش سے بنو ہاشم کو چنا اور بنو ہاشم سے مجھے چنا"۔(13)

اب مستشرقین کا دوسرا مفروضہ پیش کیا جاتا ہے:

دوسرا مفروضہ: حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مقام کو گھٹانے کی کوشش

حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ نے "ضیاء النبی" میں اس دوسرے مفروضے کا ذکر کیا ہے اور اس کا بہترین رد بھی فرمایا ہے۔

حضور علیہ السلام کا نسل اسماعیل سے ہونا تو اکثر مستشرقین تسلیم کرتے ہیں، لیکن وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسبی عظمت کو نہیں مانتے۔ یہود اپنے آپ کو اللہ تعالی کا لاڈلا فرزند کہتے تھے اور وہ دیگر اقوام کو ان کا جائز مقام دینے کے لئے بھی تیار نہ تھے۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کی نبوت کا صرف اس لئے انکار کیا تھا کہ حضور علیہ السلام اولاد بنی اسرائیل سے مبعوث کیوں نہیں کئے گئے۔

یہود کی طرح عیسائی بھی بنو اسرائیل کو دیگر اقوام سے افضل و اعلی سمجھتے تھے۔ بنو اسماعیل یہود و نصاری کے چچازاد بھائی تھے۔ انہیں یہ حقیقت سمجھنے میں مشکل پیش نہیں آنی چاہئے تھی کہ حضرت اسحق اور حضرت اسماعیل علیہما السلام دونوں اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبی عظمتوں کے وارث ہیں۔ جس طرح حضرت اسحق علیہ السلام کی اولاد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اپنے نسبی رشتہ پر فخر کرنے میں حق بجانب ہے، اسی طرح اولاد اسماعیل علیہ السلام کو بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اپنے نسبی رشتہ پر فخر کرنے کا حق حاصل ہے، لیکن تعصب اور ہٹ دھرمی نے انہیں اس واضح حقیقت کو ماننے سے روک دیا تھا۔ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نسب پر ان کے باپ کی طرف سے تو کوئی اعتراض نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ اس صورت میں ان کی اپنی عظمت بھی ختم ہوتی تھی۔ اس لئے انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ کی طرف سے ان کے مقام و مرتبہ کو کم کرنے کی کوشش کی۔

حضرت ہاجرہ شاہ مصر کی بیٹی تھیں اور شاہ مصر نے حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ کے روحانی کمالات دیکھ کر اپنی بیٹی کو ان کی خدمت میں وقف کرنے کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھا تھا۔ یہود و نصاری نے شاہ مصر کی بیٹی کو حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ کی خادمہ سمجھنے کی بجائے، اسے ان کی لونڈی قرار دیا اور اس طرح انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد کی شان کم کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ انہوں نے حضرت ہاجرہ کو لونڈی ثابت کرنے کے لئے حضرت سارہ کے اس ارشاد سے دلیل لی ہے، جو کتاب پیدائش، باب 21، آیات 9 اور 10 میں درج ہے۔ بائبل کے الفاظ یہ ہیں:

> "And Sarah kept noticing the son of Hagar the Egyptian, whom she had borne to Abraham, poking fun..."(14)
>
> (سارہ دیکھ رہی تھیں کہ ہاجرہ مصریہ کا بیٹا، جسے اس نے ابراہیم سے جنم دیا تھا، ٹھٹھے مارتا ہے۔ تب اس نے ابراہیم سے کہنا شروع کر دیا کہ اس لونڈی اور اس کے بیٹے کو گھر سے نکال دو، کیونکہ ایک لونڈی کا بیٹا میرے بیٹے یعنی اسحاق کے ساتھ وارث نہیں بن سکتا۔)

یہود و نصاری نے اپنی الہامی کتابوں کو جس طرح بدلا ہے، اس کے پیش نظر یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ الفاظ واقعی حضرت سارہ کے ہیں۔ اگر بالفرض اسے درست بھی مان لیا جائے تو سیاق کلام بتا رہا ہے کہ ایک سوکن نے دوسری سوکن کے لئے شدت جذبات سے یہ الفاظ ادا کئے ہوں گے۔ یہ کتنی ناانصافی ہے کہ ایک سوکن کے شدت جذبات سے بھرپور الفاظ کو حقیقت مان لیا جائے اور ان کے مقابلہ میں مسلمہ تاریخی حقائق کو چھوڑ دیا جائے۔ ہمارے اس موقف کی حمایت بائبل کی دیگر آیات سے بھی ہوتی ہے، جن میں حضرت ہاجرہ کے لئے خادمہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، نا کہ لونڈی کے۔ کتاب پیدائش، باب 16، آیت نمبر 1 کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ سارہ کی ایک مصری خادمہ تھی، جس کا نام ہاجرہ تھا۔[15] کتاب پیدائش، باب 25، آیت نمبر 12 اس کی مزید وضاحت کرتے ہیں کہ اسماعیل اسی خادمہ کی اولاد تھے۔[16] سینٹ پال نے گلاتیوں کو جو خط لکھا، اس کے باب 4 کی آیت نمبر 22 میں بھی حضرت ہاجرہ کو خادمہ کہا گیا ہے۔ "ابراہیم علیہ السلام کو دو بیٹے عطا ہوئے، ایک خادمہ کے بطن سے تھا اور دوسرا آزاد عورت کے بطن سے۔"[17] بائبل کے بیان کو اگر درست مان لیا جائے تو بھی اس میں حضرت ہاجرہ کے لئے خادمہ کا لفظ استعمال ہوا ہے اور خادمہ کا لفظ بھی اس لئے استعمال ہوا ہے کیونکہ فرعون نے جب اپنی لخت جگر کو حضرت سارہ کے حوالے کیا تھا تو کہا تھا: ''میری بیٹی کا اس گھر میں خادمہ بن کر رہنا، دوسرے گھر میں ملکہ ہو کر رہنے سے بہتر ہے۔''[18] یہ اظہار عقیدت کا مشرقی انداز ہے، جس سے مستشرقین محروم ہیں۔

اللہ تعالی کے خلیل اور ان کی پاکباز اہلیہ کی خادمہ بننے کا اعزاز حضرت ہاجرہ کے لئے عار نہیں تھا، بلکہ سرمایہ افتخار تھا۔ شاہ مصر نے اس اعزاز کے لئے اپنی بیٹی کے لئے خادمہ کا لفظ استعمال کیا تھا، ورنہ ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی جان سکتا ہے کہ بادشاہ ایک نیک باز انسان کی روحانی عظمت سے متاثر ہو کر ان کی خدمت میں ہدیے اور تحفے پیش کر رہا تھا اور یہ تحفے پیش کرتے ہوئے وہ اتنا آگے نکل گیا کہ اس نے اپنی بیٹی بھی ان کے ہمراہ بھیج دی۔ یقیناً شاہ مصر نے اپنی بیٹی کی خدمت کے لئے خدام اور نوکرانیاں بھی ساتھ بھیجی ہوں گی، اس لئے حضرت ہاجرہ صرف خاندان ابراہیم کی خادمہ ہی نہیں تھیں، بلکہ مخدومہ بھی تھیں، لیکن خادمہ خلیل و سارہ ہونے کا اعزاز اتنا بڑا تھا کہ وہ اس نام سے مشہور ہو گئیں۔ حضرت ہاجرہ کا تعارف کرواتے ہوئے مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے انہیں شہزادی قرار دیا ہے۔[19] اس کے بعد مولانا عبدالماجد دریا آبادی "جیوش انسائیکلوپیڈیا" کے حوالے سے حضرت ہاجرہ کے بارے میں یہودی علماء کی آراء نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شاہ مصر نے خود اپنی بیٹی ہاجرہ کو حضرت سارہ کی خدمت کے لئے پیش کیا تھا۔ اس کے علاوہ بے شمار تحائف بھی انہیں پیش کئے تھے۔[20] تاریخ انسانی میں کبھی ایسا دور آیا ہے کہ ایک بادشاہ تو کجا کسی آزاد اور صاحب حیثیت انسان نے اپنی بیٹی یا بیٹے کو خود کسی کے حوالے کیا ہو اور اس کی حیثیت لونڈی یا غلام کی بن گئی ہو۔ لونڈی یا غلام تو وہ ہوتے ہیں، جن کو دوران جنگ قیدی بنایا گیا ہو، یا وہ زر خریدے ہوتے ہیں یا وہ کسی لونڈی یا غلام سے پیدا ہوئے ہوتے ہیں۔

حضرت ہاجرہ کو ان طریقوں میں سے کسی طریقہ سے لونڈی نہیں بنایا گیا اور نہ ہی تورات میں حضرت ہاجرہ کے لئے کوئی لونڈی کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ لہذا واضح ہوا کہ حضرت ہاجرہ لونڈی نہیں تھیں، بلکہ شاہ مصر کی صاحبزادی تھیں۔

تیسرا مفروضہ: خاندان بنوہاشم کا مقام گھٹانے اور مسلمانوں کو حقیر ثابت کرنے کی کوششیں

حضرت ضیاءالامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "ضیاء النبی" میں مستشرقین کا تیسرا مفروضہ کا علمی رد کرنے سے قبل الزامی جواب کے طور پر نسب کے بارے عہد حاضر کے یورپ میں پائے جانے والے رویے پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دوسروں کے نسب پر طعن کرنے سے قبل انہیں اپنے خاندان کی ختم ہوتی قدر و قیمت کو دیکھنا چاہیے۔ جدید یورپ میں شہری دستاویزات میں سے ولدیت کا خانہ ختم کر دیا گیا ہے اور دوسری طرف پورا یورپ نسلی تفاخر میں مبتلا ہے۔ جن لوگوں کو خود اپنے نسب کے بارے کچھ پتا نہیں انہیں کیا حق پہنچتا ہے کہ دوسروں کے نسب پر بات کریں۔[21]

خاندان بنوہاشم کے بارے معروف مستشرق ولیم میور نے عبدالمطلب کی اولاد کی بارے میں لکھا کہ قریش کے ہاں تقسیم کار کے تحت جو عہدے تفویض کیے گئے تھے ان میں سے بعض سے اولاد مطلب دستبردار ہو گئی تھی جس کی وجہ ان کا اپنے والد کے برقرار نہ رکھنا تھا اور اس طرح وہ پست معیار زندگی پر راضی ہو گئے تھے۔[22]

ولیم میور نے یہ نہیں بتایا کہ حضرت عبدالمطلب کے بیٹے کن کن عہدوں سے دستبردار ہو گئے تھے اور نہ اس نے اپنی اس بات کا کوئی حوالہ دیا ہے۔ ولیم میور نے یہ لکھنے سے پہلے یہ نہیں سوچا کہ قریش کے جن قبائل نے حجر اسود کو خانہ کعبہ میں اپنی جگہ پر رکھنے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے تلواریں میان سے نکال لی تھیں، ان میں سے کسی قبیلے کے لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اس عہدہ سے رضاکارانہ طور پر دستبردار ہو جاتا، جو اسے اپنے آباؤاجداد سے ورثہ میں ملا تھا۔ اگر قبیلہ بنوہاشم نے اس طرح کوئی کمزوری دکھائی ہوتی تو مکہ میں ان کے لئے سر اٹھا کر چلنا ناممکن ہو جاتا۔

"منٹگمری واٹ" نے حضور علیہ السلام کے بچپن میں قبیلہ بنوہاشم کی حالت کی تصویر کشی کرتے ہوئے آپؐ کے بچپن کو انتہائی کسمپرسی میں دکھانے کی کوشش کی ہے:

> "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سرپرست صرف یہ احتیاط کرتے کہ وہ بھوک سے مر نہ جائیں۔ اس سے زیادہ وہ ان کے لئے کچھ نہ کر سکتے تھے۔ خصوصا جب کہ اس زمانے میں بنوہاشم کی مالی حالت گرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ ایک یتیم جس کے مفادات کی دیکھ بھال کے لئے، جسمانی طور پر اہل، کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ اس نے اپنی کاروباری زندگی کا آغاز انتہائی کمزور طریقے سے کیا اور یقینا اس کے علاوہ ان کے لئے کوئی چارہ کار نہ تھا۔"[23]

منٹگمری واٹ قبیلہ بنوہاشم کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے حلف الفضول کے واقعے سے بھی غلط استدلال کرتا ہے اور اسے بنوہاشم کی معاشی و سماجی کمزوری پر محمول کرتا ہے۔[24]

منٹگمری واٹ بنو ہاشم قبیلہ کے تمام افراد کو غریب اور دوسرے درجہ کا شہری ثابت کرنے کے لئے حضرت عباس بن عبد المطلب کے بارے میں اس طرح لکھتا ہے:

"ایک چھوٹے پیمانے کا بینکار ہونے اور حاجیوں کو پانی پلانے کے عہدہ پر فائز ہونے کے باوجود اس میں شک نہیں کہ مکہ کے معاملات میں عباس کی اہمیت نہ ہونے کے برابر تھی اور یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ وہاں پر سکون زندگی بسر کر رہے ہوں گے۔"[25]

مستشرقین نے ایک طرف قبیلہ بنو ہاشم کی عظمت و شان کو کم کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور دوسرے طرف انہوں نے قریش کے دیگر قبائل کو اس طرح بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ ساتویں صدی عیسوی کے مکہ کی بات نہیں کر رہے ہوں، بلکہ بیسوی صدی عیسوی کے یورپ یا امریکہ کی بات کر رہے ہوں۔ مستشرقین ان عربوں کی حالت بیان کرتے ہوئے ایسے الفاظ اور اصطلاحات استعمال کرتے ہیں، جن کا نام عربوں نے صدیوں تک نہ سنا ہوگا۔

منٹگمری واٹ ان مستشرقین میں سب سے آگے ہے جو قبیلہ بنو ہاشم کا مقام کم کرکے اور ان کے مقابلے میں دیگر قبائل کو بااثر اور طاقتور ثابت کرکے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے زمانے میں مکہ کئی طبقوں میں تقسیم تھا۔ ایک طرف وہ دولت مند تاجر تھے، جن کی مکہ کی مارکیٹ پر اجارہ داری قائم تھی اور دوسری طرف وہ غریب لوگ تھے، جو غربت اور کمزوری کی وجہ سے کاروباری میدان میں ان اجارہ داروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اور وہ اس طرح احساس محرومی کا شکار تھے۔

حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ مستشرقین کی گستاخیوں کی وجہ ذکر کرتے ہوئے "ضیاء النبی" میں لکھتے ہیں:

"مستشرقین ان خیالی افسانوں کے ذریعے اسلام پر دو طریقوں سے حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ ایک طرف تو وہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام جو اس سرعت سے پھیلا، کہ چند سالوں میں پورے جزیرہ عرب کو اپنے کنٹرول میں لے لیا، اس کی وجہ اسلام کی تعلیمات کی کشش اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے کردار کی پختگی نہ تھی، بلکہ یہ تو ایک ایسا انقلاب تھا، جس کے لئے حالات انتہائی سازگار تھے۔ معاشرہ دو طبقوں میں بٹ چکا تھا۔ امیر، امیر سے امیر تر ہو رہے تھے اور غریبوں کی حالت دن بدن ناگفتہ بہہ ہو رہی تھی۔ طاقت ور طاقت کے نشے میں بدمست تھے اور کمزور ظلم کی چکی میں پس رہے تھے۔ ان حالات میں کمزور طبقے سے ایک باصلاحیت آدمی اٹھا۔ طاقتور لوگوں کے مظالم سے تنگ آئے ہوئے سب لوگ اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے اور اس نے اس مغلوب طبقوں کی مدد سے پورے جزیرہ عرب میں انقلاب برپا کر دیا۔ دوسری طرف وہ اس قسم کی تحریروں کے ذریعے حضور علیہ السلام کا سماجی مقام گھٹانے کے لئے آپ کو ایک کمزور قبیلے کا فرد ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"(26)

یہ کتنا بڑا ظلم اور ناانصافی ہے کہ جس ہستی کے آباؤاجداد میں قصی، عبد مناف، ہاشم اور عبد المطلب جیسے تاریخ ساز سرداروں کے نام آتے ہوں، اسے اس کی اپنی قوم میں ایک معمولی خاندان کا فرد ثابت کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس خیالی تاریخ نویسی کے خلاف مغرب کے مستند اور مشہور مورخ "گبن" کی گواہی ملاحظہ فرمائیں، وہ لکھتا ہے:

> "آپ کا اسماعیلی النسل ہونا قومی اعزاز تھا یا افسانہ، لیکن اگر ان کے نسب نامہ کی ابتدائی کڑیاں تاریک اور مشکوک ہوں، تو بھی وہ اپنے نسب نامے کی کئی نسلوں میں ایسے عظیم لوگ پیش کر سکتے ہیں، جو حقیقی معنوں میں شریف اور عظیم تھے۔ انہوں نے قریش کے قبیلے اور ہاشم کے خاندان میں جنم لیا تھا، جو معزز ترین عرب تھے۔ مکہ کے بادشاہ تھے اور خانہ کعبہ کے موروثی پاسبان تھے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دادا عبد المطلب تھے، جو ہاشم کے بیٹے تھے، وہ ہاشم جو مالدار اور سخی تھے۔ انہوں نے قحط کی سختیوں کو اپنے مال تجارت کے ذریعے کم کیا تھا۔ مکہ، جسے باپ کی کشادہ دلی نے (حالت قحط میں) کھانا کھلایا تھا۔ اس مکہ کو اس باپ کے بیٹے کی بہادری نے بچایا تھا۔"[27]

کیا کوئی عقلمند شخص ولیم میور اور منٹگمری واٹ کے ان مفروضوں کو قبول کر سکتا ہے کہ وہ بنو ہاشم جو اہل عرب کے لئے قابل فخر بھی تھے، مکہ کے سردار بھی تھے اور بیت اللہ شریف کے خادم بھی، وہ حضرت عبد المطلب کی وفات تک تو اپنی اس حیثیت پر برقرار رہے اور بعد میں بنو ہاشم کی شان و عظمت کا خاتمہ ہو گیا اور بنو ہاشم کا مقام و مرتبہ اس وقت کم ہوا جب حضرت عبد المطلب کے دس سے زیادہ بیٹے زندہ تھے، جن میں ابو طالب، حمزہ، عباس اور زبیر جیسے لوگ بھی موجود تھے۔

اگر قبیلہ بنو ہاشم مستشرقین کے مفروضوں کے مطابق اتنا ہی کمزور ہو چکا ہوتا اور دیگر قبائل قریش مستشرقین کے تخیل کے مطابق اتنے ہی طاقتور ہو چکے ہوتے، تو دیگر قبائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہی سلوک کرتے جو وہ کمزور مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے۔

جو چیزیں اہل عرب کے نزدیک قابل فخر تھیں، ان میں بنو ہاشم کسی سے کم نہیں تھے۔ ان کے ہاں مال و دولت مایہ افتخار نہیں تھا، بلکہ ان کے نزدیک زیادہ سخاوت کرنے والا قابل فخر تھا۔ ان کی شان و عظمت کا اظہار ان کی جرات و بہادری سے ہوتا تھا۔ مستشرقین کے ہاں ابو جہل قریش کے طاقتور قبیلے کا سردار ہے، لیکن ایک دفعہ جب ابو جہل نے حضور علیہ السلام کی گستاخی کی تھی اور آپ کے چچا حمزہ کو جب یہ معلوم ہوا تھا، جو ابھی تک مشرف با اسلام نہیں ہوئے تھے، تو انہوں نے ابو جہل کو اس گستاخی کا مزہ چکھایا تھا، لیکن مکہ کے طاقتور با اثر قبائل میں سے کسی کو حمزہ کا ہاتھ روکنے کی جرات نہیں ہوئی تھی۔ منٹگمری واٹ نے بھی یہ واقعہ اپنی کتاب "محمد پرافٹ اینڈ سٹیٹسمین" کے صفحہ نمبر 57 پر لکھا ہے۔

عربوں کے ہاں یہ دستور تھا کہ وہ اپنی بہادری کے جوہر میدان جنگ میں دکھاتے تھے۔ وہ جنگ کے شروع میں مبارزت طلب کرتے تھے اور اپنے مقابلے میں صرف اپنے ہم پلہ شخص کو آنے کی اجازت دیتے تھے۔ جنگ بدر میں بھی عام لڑائی سے پہلے مبارزت طلب کی گئی تھی، جس کی تفصیل ولیم میور نے خود لکھی ہے:

> ''شیبہ، عتبہ دو قریشی سردار اور ولید بن عتبہ میدان میں آئے اور لشکر مدینہ سے تین مبارز طلب کئے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے خاندان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: بنوہاشم اٹھو اور مقابلہ کرو، کیونکہ یہ تمہارا ہی حق ہے۔ عبیدہ، حمزہ اور علی، ایک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا اور دو چچازاد بھائی آگے بڑھے۔ عتبہ نے ان سے نام پوچھے، نام بتانے پر کہا: تم واقعی ہمارے مد مقابل آنے کے قابل ہو۔۔۔''[28]

قریش مکہ نے ہجرت کے وقت حضور علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے تمام قبائل سے ایک ایک جوان کا انتخاب کیا تھا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کسی ایک قبیلے میں یہ جرات و طاقت نہیں ہے کہ وہ اکیلا بنوہاشم کے انتقام کا سامنا کر سکے۔

حضرت ابو طالب کے پاس قریش کے وفود جا کر کہتے تھے کہ آپ اپنے بھتیجے کو ہمارے خداؤں کی توہین سے روکیں یا درمیان سے ہٹ جائیں، لیکن جب ابو طالب نے واشگاف الفاظ میں انہیں بتایا کہ وہ ہر قیمت پر اپنے بھتیجے کا دفاع کریں گے تو کسی مائی کے لعل میں یہ جرات نہ ہوئی کہ وہ ان کی زندگی میں حضور علیہ السلام پر ظلم کر سکے۔

ابو سفیان نے ہرقل کے دربار میں حضور علیہ السلام کی خاندانی عظمت کی گواہی دی تھی۔ ابو جہل جیسا دشمن اسلام بھی بنوہاشم کو اپنا ہم پلہ قرار دیتا تھا۔ وہ خود کہتا ہے کہ:

> ''ہمارا اور عبد مناف کا جھگڑا اس بات پر تھا کہ قوم کا سردار کون ہے؟ اس شرف کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے بھی اپنے دستر خوان کو وسیع کیا اور ہر غریب و مسکین کو کھانا کھلایا اور ہم نے بھی ایسا ہی کیا۔۔۔ پھر اچانک انہوں نے اعلان کر دیا کہ ہم میں سے ایک شخص کو نبوت ملی ہے اور اس کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے۔ ہم یہ دعوی کیسے کر سکتے ہیں؟ بخدا ہم تو اس پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی اس کی تصدیق کریں گے۔''[29]

ابو جہل کا یہ بیان دو چیزوں کو ظاہر کر رہا ہے۔ ایک یہ کہ ساتویں صدی عیسوی کے مکہ میں شان و عظمت کی نشانیاں کیا چیزیں تھیں اور دوسرا یہ کہ ابو جہل بنوہاشم کو شرف و سیادت میں اپنے قبیلے کا ہم پلہ قرار دیتا تھا۔ منٹگمری واٹ نے اپنے مذکورہ مفروضے کی تردید خود ہی ایک دوسرے مقام پر کر دی ہے۔ وہ لکھتا ہے:

> ''اعلی طبقہ اور پست طبقہ کی اصطلاحیں مکی معاشرہ پر منطبق نہیں ہو سکتیں، یا کم از کم اس معاشرہ کے ان عناصر کے لئے مناسب نہیں جو زیادہ تر ہمارا موضوع بحث ہیں۔ مرکز کے قریش اور مضافات کے قریش میں امتیاز موجود تھا، لیکن وہ تمام لوگ جن کا مصادر میں ذکر ہے، تقریبا وہ تمام مرکز کے قریش سے تعلق

رکھتے تھے، خواہ ان کا تعلق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دوستوں سے ہو یا دشمنوں سے۔ وہاں اعلی اور ادنی نسل کا کوئی امتیاز نہ تھا، جس کو اس امتیاز کے برابر قرار دیا جاسکے، جو ایک مسلم اور کافر میں تھا۔ مرکز کے قریش کے تمام قبائل ایک ہی نسل سے تھے۔"[30]

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ مستشرقین نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان بنو ہاشم کے مقام و مرتبہ کو گھٹانے کے لئے جو مفروضے خود گھڑے تھے، تاریخ ان کی تکذیب کرتی ہے اور اس سلسلہ میں ان کی ناپاک کوششوں کو بھی جھٹلاتی ہے۔ حق اور سچ وہی ہے جو نبی صادق علیہ السلام نے خود بیان فرمایا:

"أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، إِنَّ اللهَ خَلَقَ الخَلْقَ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ فِرْقَةً، ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ فِرْقَةً، ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ، فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ قَبِيلَةً، ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوتًا فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ بَيْتًا وَخَيْرِهِمْ نَسَبًا"(31)

(میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں، بیشک اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے ان میں بہترین گروہ میں رکھا، پھر اس نے دو گروہ بنائے تو مجھے ان میں بہترین گروہ میں رکھا، پھر اس نے قبائل بنائے تو مجھے ان میں بہترین قبیلہ میں رکھا، پھر اس نے ان کے گھر بنائے تو مجھے ان میں بہترین گھر اور بہترین خاندان میں رکھا۔)

نتائج بحث

اس مقالہ سے درج ذیل نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں:

1) مستشرقین کی حضور علیہ السلام اور آپ کے خاندان کے مقام و مرتبہ کو گھٹانے کی کوششیں مفروضوں پر مبنی ہیں، ان کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہونا، عربوں کی قدیم روایات اور یہود و نصاری کی کتب سے بھی ثابت ہے۔

3) حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ لونڈی نہیں تھیں، بلکہ شاہ مصر کی صاحبزادی تھیں۔ شاہ مصر نے حضرت سارہ کی عظمت و شان سے متاثر ہو کر اپنی بیٹی ان کی خدمت کے لئے پیش کر دی۔

4) حضور علیہ السلام کا خاندان بنو ہاشم تمام قبائل قریش میں ایک ممتاز مقام رکھتا تھا اور کوئی قبیلہ بھی بنو ہاشم کے برابر نہیں تھا۔

5) مستشرقین صرف اس لئے حضور علیہ السلام کی مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ آپ علیہ السلام حضرت اسحق علیہ السلام کی نسل سے نہیں ہیں، بلکہ نسل اسماعیل علیہ السلام سے ہیں۔

6) مستشرقین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کی شان کو کم کرنے کے لئے جو ان پر الزامات لگائے ہیں، دوسرے مستشرقین نے خود ان کا رد کیا ہے۔

7) مستشرقین نے جان بوجھ کر محض تعصب، دشمنی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان پر بے سروپا الزامات لگائے ہیں۔

حوالہ جات

1۔ دکتور محمد احمد دیاب، اضواء علی الاستشراق والمستشرقین، قاہرہ: 1989ء، ص10

2۔ دکتور محمد ابراھیم الفیومی، الاستشراق رسالۃ الاستعمار، قاہرۃ: 1993ء، ص143

3۔ المنجد فی اللغۃ والاعلام، مادۃ شرق، بیروت: دار المشرق، الطبعۃ الثالثۃ والثلاثون، 1992ء، ص:384

4۔ دکتور احمد عبد الحمید غراب، رویۃ اسلامیۃ للاستشراق، ریاض: 1988ء، ص9

5۔ الفیومی، الاستشراق رسالۃ الاستعمار، ص144

6۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، تاریخ اشاعت: ذیقعد 1418ھ، ج ششم ص123

7۔ محمد احسان الحق سلیمانی، رسول مبین، لاہور: مقبول اکیڈمی، 1993ء، ص94، بحوالہ حیات محمد از ولیم میور

8۔ Watt, W., Montgomery, Muhammad at Medina, London: Oxford, 1956, p. 204-205

9۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری، جمال القرآن، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ص:718

10. Encyclopedia of religion and ethics, vol. 8, P:872

11. Edward Gibbon, The decline and fall of Roman Empire, London: Dent and sons, 1962, vol.5, P:228

12. Gibbon, The decline and fall of Roman Empire, vol.5, P:228

13۔ محمد بن عیسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: 279ھ)، الجامع الكبير - سنن الترمذي، المحقق: بشار عواد معروف، الناشر: بيروت، دار الغرب الإسلامي— سنة النشر: 1998م، بَابٌ فِي فَضْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رقم الحديث 3605، 5:6

14۔ کتاب پیدائش، باب 21، آیات 9-10

15۔ کتاب پیدائش، باب16، آیت نمبر1

16۔ کتاب پیدائش، باب25، آیت نمبر12

17۔ کتاب پیدائش، باب4، آیت نمبر22

18۔ محمد احسان الحق سلیمانی، رسول مبین، لاہور: مقبول اکیڈمی، 1993ء، ص93، بحوالہ تفسیر توراۃ ازربی شلوموا سحق

19۔ مولانا عبد الماجد دریا آبادی، ہولی قرآن، انگلش ٹرانسلیشن اینڈ کمنٹری، کراچی: تاج کمپنی 1971ء، 21:1

20۔ دریا آبادی، ہولی قرآن، انگلش ٹرانسلیشن اینڈ کمنٹری، 21:1

21۔ الازہری، ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، 7:196-197

22. Sir William Mever, Muhammad and Islam, (London), P:15

23. Watt, W., Montgomery, Muhammad Prophet and Statesman, London: Oxford, 1961, p. 8

24. Ibid, p. 9

25. Ibid, p. 201-200

26۔ الازہری، ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، 7:202

27. Gibben, Edward, The Decline and Fall of the Roman Empire, London, 1961, p. 229

28. Muir, William, Mahomet and Islam, Churchyard : The Religious Tract Society, 1961, p. 89-90

29۔ عبد الملک بن هشام بن أيوب الحميري المعافري، أبو محمد، جمال الدين (المتوفى: 213هـ)، السيرة النبوية لابن هشام، تحقيق: مصطفى السقاوإبراهيم الأبياري وعبد الحفيظ الشلبي، الناشر: مصر، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده، الطبعة: الثانية، 1375هـ-1955م، 1:316

30. Watt, W., Montgomery, Muhammad Prophet and Statesman, p. 37-38

31۔ محمد بن عيسى الترمذي، الجامع الكبير، سنن الترمذي، رقم الحديث 3532، 5:433